مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

فضلائے مدارس عربیہ اور جامع منصوبہ بندی کی ضرورت

ایک جائزہ و تبصرہ اور تحریک و تجویز

برصغیر پاک و ہند میں ماہ شوال سے دینی مدارس کے تعلیمی سال کا افتتاح ہوتا ہے چنانچہ اسی ماہ میں مدارس عربیہ کے ارباب اہتمام و انتظام، قدیم اور جدید طلبہ کے داخلوں، داخلہ کے قواعد و شرائط اور ترجیحات کا تعین، نظام کی درستگی، حسب گنجائش طلبہ کے لئے ضروریات کی فراہمی، اساتذہ کا تقرر، مختلف درجات میں ردوبدل اور اضافہ، معیار تعلیم کی بلندی اور اساتذہ و طلبہ کی ہر ممکن کفالت و رضامندی سے متعلق جملہ امور کی تکمیل کے سلسلہ میں* ان کی محنت و مشقت، جد و جہد، شب بیداری، تعب مسلسل، فراہمی چندہ کی ذلت و خواری اور مصائب و تکالیف پر صبر و تحمل اور اس پر بے پناہ اجر و ثواب، رفع درجات کے ہزار اعتراف کے باوجود کسی تنقیص و تعریض اور تنقید و اعتراض کی نیت سے نہیں بلکہ خالص جذبۂ ہمدردی اور دینی مدارس کی ترقی و بقا اور استحکام اور بہترین ثمرات و نتائج کے ترتیب کے خیرخواہانہ جذبات کے ساتھ مدارس عربیہ کے ارباب بست و کشاد اور اہل علم و فضل کی خدمت میں ذیل کی گذارشات بطور تجویز و تحریک پیش خدمت ہیں ع

شاید اتر جائے تیرے دل میں میری بات

دینی مدارس درحقیقت تجدید و احیاء اسلام کی ایک موثر اور انقلابی تحریک ہیں جس کا ہدف عالم انسانیت کو ایسے افراد اور رجال کار مہیا کرنا ہے، جو اپنی اپنی جگہ ایک امت سے کسی طرح بھی کم نہ ہوں جو نابغۂ روزگار علماء بن کر زندگی کے ہر میدان میں بھرپور کارگذاری کا مظاہرہ کریں اور اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی تمام دینی اور ملی اور سیاسی ضرورتوں کو پورا کریں۔ موجودہ دور میں لادینیت، فلسفہ و الحاد، نیچریت و دہریت اور مغربی تہذیب اور مادیت کے زبردست طوفان کے درمیان سے ملت اسلامیہ کا سفینہ پورے حزم و احتیاط اور دانشمندی سے نکال کر ساحل مراد سے لگائیں۔

دارالعلوم دیوبند، مظاہرالعلوم اور ندوۃ العلماء نے اپنے زمانۂ قیام سے لے کر اب تک جو رجال کار امت کو دیے ہیں گو مردم سازی اور آدم گری کا ایک تاریخی ریکارڈ قائم کر دیا ہے یہ ان ہی مدارس کے تربیت یافتہ علماء و مشائخ

اور اساتذۂ علم کی برکتیں ہیں کہ آج برصغیر کے چپہ چپہ میں دینی مدارس کا ایک عظیم اور وسیع جال بچھا دیا گیا ہے علوم اور معارف کے سمندر بہا دئے گئے ہیں۔ اور مدارس عربیہ کی شکل میں اشاعت اور حفاظت دین کی مستحکم چھاونیاں قائم کر دی گئی ہیں۔

دینی مدارس کی وسعت اور کثرت سے ان کے قیام اور استحکام کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب مردم سازی اور رجال کار کی فراہمی اور آدم گری کا کام پہلے کی نسبت صد چند ہونا چاہئے تھا۔ مدارس کے دینی، علمی اور قومی و ملی فوائد بھی ان کی وسعت اور کثرت کی نسبت سے زیادہ سے زیادہ ہونے چاہئے تھے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ماضی میں وسائل کے فقدان اور مدارس کی قلت کے باوجود دینی اور علمی اعتبار سے امت کو دینی مدارس سے جو منافع اور فوائد مہیا ہوتے رہے اب وسائل کی بہتات اور مدارس کی کثرت کے باوجود امت ان سے محروم ہوتی جا رہی ہے مردم سازی اور آدم گری کی صورت حال تو اندوہناک حد تک پستی کو پہنچی ہوئی ہے۔

اس سانحہ کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ سانحہ واقعۃً امت کے لئے ایک عظیم المیہ ہے اس کے پس منظر اور اسباب وعوامل میں بعض امور کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ مثلاً

ا۔ نصاب تعلیم کی قدامت اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگی نہ ہونے کے نقصان۔

ب۔ اساتذہ میں جوہر تعلیم کے منتقل کرنے کی صلاحیتوں کا فقدان، مفقود ہیت حسن نیت اور اخلاص کی کمی۔

ج۔ طلبہ کی کمزوریاں، طلب صادق اور ذوق تشنگی کی ضرورت۔

د۔ مدارس عربیہ کے ماحول میں جمود و عصبیت اور غنچوں میں زندگی اور شادابی کی روح پھونکنے والے موسم کی خزاں آشنائی۔

لاریب ان اسباب اور عوامل کے وجود اور اثر انگیزی سے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر اصل مرض کی یہ تشخیص بھی صحیح نہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مردم سازی، آدم گری، علم پروری اور شخصیت کی تعمیر میں وہ سعی و محنت اور توجہ و ہمت باقی نہیں رہی جو ہمارے اسلاف اور اکابر اہل علم کا طرۂ امتیاز تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں اور پھر فراغت کے بعد نونہالان قوم اور معماران امت کو ان کی صلاحیت اور حیثیت کے مطابق مشغلے مہیا نہیں کئے جا رہے۔ مادیت کے سیلاب اور ہوا کے رخ میں انہیں آزاد چھوڑ دیا جا رہا ہے۔ فارغ ہونے کے بعد دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے معماران قوم کو اپنے کنٹرول میں لائے بغیر خلاء بسیط میں آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں وہ گردش کرتے کرتے انگریزی مدارس، عرب جامعات، مادیت اور ہوس دنیا کی سمت نکل کر اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں کھو دیتے ہیں۔ اس طرح گویا دینی مدارس کے ایک جوہر قابل کی بہترین صلاحیتیں، دنیوی مفادات، ہوس زر اور عیش و عشرت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ کچھ طب و حکمت کی نذر ہو جاتے ہیں کچھ اپنا سفینہ جدید تعلیم کے طوفان

میں ڈال دیتے ہیں اور کچھ قطر، دوبئی، بحرین، سعودی عرب، مصر، لندن اور پیرس کی فضاؤں میں پرواز کر جاتے ہیں
اس سانحہ کے ازالہ اور ناگفتہ بہ صورت حال سے نبرد آزما ہونا دینی مدارس کے ارباب بست وکشاد ارباب علم وفضل اور امت کی وحدت وترقی کا درد رکھنے والے بھی خواہان ملت کا اولین فریضۂ منصبی ہے مگر محض نصاب تعلیم، اساتذہ وطلبہ کی کمزوریوں اور مدارس کے ماحول کی صفائی اور بہتری اور اصلاح و انقلاب کا سارا زور اگر صرف اسی جانب صرف کیا جاتا رہا جیسا کہ ہمیشہ کا معمول بن چکا ہے تو اس صورت حال سے معیاری اور انقلابی سطح پر مطلوبہ بہتری کی کوئی توقع نہیں کی سکتی۔

بہرحال اس سلسلہ میں مؤثر پیش رفت اور امت کے اجڑے ہوئے گلستان میں بہاریں تو باہمی مشاورت مشترکہ لائحہ عمل اور ایک وسیع اور مستحکم منصوبہ بندی کے ساتھ ممکن ہو سکتی ہیں: تاہم بطور تحریک وتجویز کے اس سلسلہ میں چند گذارشات پیش خدمت ہیں۔

۱- سال رواں ہی سے وفاق المدارس اور جامعات کے ارباب بست وکشاد ہر سال کے فضلاء پر گہری نظر رکھیں۔ ان کے ذوق ورجحان اور مستقبل کی کارگذاری کے میدان کی مناسبت سے اپنے ہاں ان کی فہرستیں مرتب کریں اور حسب صلاحیت واستعداد ان کو تدریس، تصنیف وتالیف، ریسرچ وتحقیق، اور قومی وملی خدمات کے بہترین مواقع مہیا کرنے کی کوشش کریں اور علمی وتحقیقی شعبوں سے انہیں وابستہ کر کے ان کے ذہنوں سے تحقیق وتنقید، تجسس وتدقیق، علم وادب، بحث وتمحیص، دماغی بیداریوں اور اعلیٰ علمی تحریروں کا کام لیں۔ اس سے صالح عناصر کی واقعی تربیت اور ترقی کا کام تدریج سے بطریقۂ احسن انجام پاتا رہے گا۔ باصلاحیت نوجوانوں کا انتخاب، پھر ان کی صلاحیتوں کے مطابق کاموں کی تفویض اور نگرانی ہی دراصل اس قومی وملی سانحہ کا ازالہ اور موجودہ بدترین صورت حال کو ختم کر سکتی ہے۔

۲- گذشتہ سالوں کے فضلاء کے متعلق جامعات اور وفاق کی سطح پر خصوصی کمیٹیاں تشکیل دے کر ایک جامع اور مفصل جائزہ رپورٹ تیار کی جائے کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس میدان میں مصروف عمل ہیں۔ اگر واقعتہً ان کے مشاغل اور صلاحیتوں اور توانائیوں کے مصرف کا سمت قبلہ درست ہے اور ان کی صلاحیتوں میں نکھار اور علم وعمل کی دنیا میں بہار متوقع ہے تو ان کی تشجیع اور ہمت افزائی اور سرپرستی کی جائے اور اگر خدا نخواستہ ان کی صلاحیتیں لٹ گئی ہیں یا اس کا احتمال ہے تو اس کے ازالہ اور تدارک کا مشفقانہ اور حکیمانہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔

۳- ہر سال کے فضلاء کو اپنی تربیت اور مشفقانہ گرفت میں لے کر علم وفضل کی ان کونپلوں کو تناور درخت ہونے تک ہر ممکن سہارا دیا جانا چاہئے۔ نیز ان کی تربیت وانتخاب گروہی جتھہ بندی، کسی کیمپ سے

وابستگی اور قرابت کی بنیاد پر نہیں بلکہ استعداد اور صلاحیت کی بنیاد پر کیا جانا چاہئے۔ اور پورے حزم و احتیاط اور حکمت و تدبیر سے یہ بھی ملحوظ رہے کہ مدارس عربیہ کی سرزمین پر اگنے والا یہ نہال تازہ کہیں طب و حکمت کا قلم نہ بن جائے۔ معاش اور اقتصادی ضرورت اسے انگریزی مدارس، عرب جامعات اور ان کے مشن و مقاصد کی تکمیل کا پرزہ نہ بنا دیں اور اس طرح ہمارے ہاں کا یہ بہترین اور باصلاحیت جوہر قابل اپنی عمدہ اور بے نظیر صلاحیتوں کو کہیں زندگی کے دوسرے مقاصد اور لایعنی میدان میں منتقل نہ کر دے۔ اس سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف تحقیقی، تصنیفی، تبلیغی اور علمی شعبے قائم کر کے ٹھوس منصوبہ بندی سے ایک جامع اور ممکن العمل لائحہ عمل تیار کیا جا سکتا ہے اولین مرحلے میں تجرباتی طور پر چھوٹی سطح پہ کام شروع کر کے روشن مستقبل اور خوش آئند انقلاب کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔

۳۔ فضلاء کو کسی بھی مناسب شعبۂ اشاعت و خدمت دین میں کوئی ذمہ داری سپرد کر دینے کے بعد اس پر کڑی نظر رکھنی چاہئے کہ جو خدمت ان کے سپرد کی ہے کیا واقعۃً بھی وہ ان کی صلاحیتوں کا صحیح استعمال ہے اور وہ اس خدمت کو کما حقہ انجام دے سکتے ہیں۔

۴۔ اور اگر خدانخواستہ کچھ ایسے فضلاء بھی معلوم ہو جائیں جو بدقسمتی سے زندگی کی علمی و دینی منہج کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو ان کی مجبوریوں کا جائزہ لیا جانا چاہئے تاکہ ممکن اور بروقت مداوا کیا جا سکے اور دوسروں کو بھی ایسی بدترین صورت حال سے دوچار ہونے سے بچایا جا سکے۔

بہرحال اس سلسلہ میں جو قدم بھی اٹھایا جائے اور مستقبل کی جیسی بھی تعمیر کی جائے۔ ماضی کے تجربات کو قطعاً فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ تعلیم و تربیت، ضبط و کنٹرول، تنظیم و تحریک اور فضلاء کی سرپرستی و رہنمائی کا واحد مقصد "الدین" ہونا چاہئے ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا۔ اور آئندہ بھی یہی ہونا چاہئے "الدنیا" کا کسی قسم کا پیوند لگانے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ حقیقت بھی یہی ہے اور ملت کی اسلامی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ علمی اور روحانی کمالات کو دنیوی جاہ و منصب کی خواہش سے کم تعلق رہا ہے۔ دینی مدارس، سلسلۂ انتظام، اصول ترقی، انضباط قواعد اور کثرت مصارف کے لحاظ سے جس قدر بھی بلند معیار تک پہنچ جائیں فضلاء کو اہم ملکی و سیاسی عہدے تو ملتے رہیں گے مگر یاد رہے کہ جس قدر بھی تحصیل جاہ و منصب کا پلہ بھاری ہوتا جائے گا علمی اور روحانی کمالات کا وزن کم ہوتا جائے گا۔ پھر علم، علم کے لئے نہیں بلکہ جاہ و ثروت حاصل کرنے کے لئے سیکھا جائے گا ولا فعلہا اللہ